© rasailojaraid.com

تدوینِ حدیث

گذشتہ بحث سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ قرآن مجید کے فہم میں حدیث سے مدد لینا ناگزیر ہے اب ہم تدوین وصحت حدیث پر ایک تاریخی نظر ڈال کر بتانا چاہتے ہیں کہ روایت، اسناد اور درایت کے لحاظ سے حدیث کا مرتبہ کس قدر بلند ہے تاکہ منکرین حدیث کو اپنے دلائل پر غور کرنے کا موقع ملے۔

عہدِ نبوت اور تدوینِ حدیث یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حدیث لکھنے کا اتنا اہتمام نہیں کیا گیا جتنا کہ قرآن مجید کے لکھنے کا کیا گیا، بلکہ بعض احادیث سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کتابت حدیث کی ممانعت کر رکھی تھی۔ حضرت ابوسعید الخدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لا تکتبوا عنی، ومن کتب عنی غیر القرآنِ فلیمحہ، وحدِّثوا عنی فلا حرج۔ ومن کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ مِنَ النّار۔	تم میری احادیث نہ لکھو اور جو شخص قرآن کے علاوہ میری حدیث لکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اُسے مٹادے، میری حدیث بیان کیا کرو، اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اور جو شخص قصداً مجھ پر جھوٹ باندھے اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالینا چاہیے۔

اس کے ساتھ ہی بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض خاص خاص ارشاداتِ نبوی تھے جنہیں آپ نے خود قلمبند کرایا یا کسی نے انہیں قلمبند کرنا چاہا تو آپ نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ خزاعہ کے آدمیوں نے فتح مکہ کے سال بنو لیث کے کسی ایک آدمی کو اپنے ایک مقتول کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بدلہ میں قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:۔

"اللہ نے مکہ میں قتل کرنے کی ممانعت کر دی ہے اور مکہ پر رسول اللہ اور مومنین مسلط کر دیے گئے ہیں۔ یہ نہ مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہے۔ ہاں! یہ دن میں صرف ایک ساعت کے لیے حلال تھا لیکن اب اس وقت قتل و قتال حرام ہے۔ نہ تو یہاں کا کانٹا کاٹا جا سکتا ہے۔ اور نہ یہاں کے کسی درخت کو قطع کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ یہاں کوئی پڑی ہوئی چیز اٹھائی جا سکتی ہے۔ صرف وہ اٹھا سکتا ہے جس کی گم ہو گئی ہو اور وہ اسے ڈھونڈھنے نکلا ہو۔ اور جس کا کوئی آدمی قتل کر دیا گیا ہو اس کو اختیار ہے، چاہے مقتول کے بدلہ میں دیت لے یا قصاص۔ بلتے ہیں ایک یمنی شخص آیا، اور اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ میں لکھ لوں (یعنی آپ کا یہ خطبہ) آپ نے فرمایا" ابو فلاں کے لیے لکھ دو"[1]

محدثین نے ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح پیدا کی ہے کہ آپ نے جس زمانہ میں کتابت حدیث کی ممانعت فرمائی تھی، وہ نزول وحی کا زمانہ تھا۔ اگر قرآن مجید کی طرح حدیث کی کتابت کا بھی اہتمام کیا جاتا تو اندیشہ تھا کہ دونوں میں التباس واقع ہو جائے۔ پھر جب التباس کا اندیشہ جاتا رہا تو آپ نے لکھنے کی اجازت دیدی۔ بہر حال یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ کے اقوال و افعال کو قلمبند کرنے کا اہتمام نہیں تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرام کے پاس بجز قرآن کے کوئی دوسرا صحیفہ نہیں تھا کسی ضرورت کے وقت اگر وہ کوئی حدیث بیان بھی کرتے تھے تو اپنے حافظہ سے بیان کرتے تھے۔

روایت حدیث میں صحابہ کی احتیاط معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بعض منافق

[1] بخاری کتاب الدیات۔ باب من قُتِلَ لہٗ قتیلٌ فھو بخیر النظرین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے احادیث از خود وضع کرتے تھے اور انہیں آپ کی طرف منسوب کر دیتے تھے جیسا کہ آپ کے ارشاد من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہٗ من النار[1] سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابۂ کرام روایت حدیث میں حد درجہ احتیاط سے کام لیتے تھے۔ وہ اوّل تو کثرتِ روایت کو ہی بُرا جانتے تھے جیسا کہ مسلمانوں کا ایک لشکر عراق کی طرف روانہ ہوا تو حضرت عمرؓ نے انہیں خطاب کر کے فرمایا :-

جودوا القرآن واقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔	قرآن خوب اچھی طرح پڑھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کم کرو۔

حضرت ابوبکر صدیق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا "تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی احادیث بیان کرتے ہو جن میں تم خود مختلف ہوتے ہو۔ تمہارے بعد جو لوگ آئینگے وہ اس سے بھی زیادہ اختلاف کرینگے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مت بیان کرو۔ اور تم سے کوئی بات دریافت کی جائے تو کہو "ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے: اس کے حلال کو ہی حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو[2]"

علامہ ذہبی نے اس روایت کو مرسل بتا کر ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کا مقصد بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر روایت میں حد سے زیادہ تثبت اور احتیاط مرعی رکھتے تھے۔ کسی حدیث کی صحت متیقن ہو جاتی تو وہ اس پر سختی کے ساتھ عمل کرتے لیکن عمل سے قبل پہلے اس کی جانچ پڑتال خوب اچھی طرح کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر کو نانی کے حصۂ میراث کے متعین کرنے میں تامل تھا۔ مغیرہ ابن شعبہ نے فرمایا "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے نانی کو چھٹا حصہ دلوایا ہے" حضرت ابوبکر نے پوچھا اس امر میں تمہارا کوئی شاہد ہے؟ محمد بن مسلمہ نے شہادت

---

[1] جامع بیان العلم القرطبی [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دی کہ اس میرے سامنے رسول اللہ نے ایک نانی کو چھٹا حصہ دلایا تھا[1]۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ہم ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو موسیٰ گھبرائے ہوئے آئے لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ بولے "حضرت عمر نے مجھ کو بلایا تھا، میں اُن کے پاس گیا، دروازہ پر تین مرتبہ اذن طلب کیا، لیکن جب اجازت نہیں ملی تو واپس چلا آیا۔ حضرت عمر نے اس واقعہ کے بعد کی ملاقات میں دریافت کیا "تم آئے نہیں؟" میں نے کہا "میں آپ کے دروازہ پر حاضر ہوا تھا، تین مرتبہ دستک دی جب جواب نہیں ملا تو واپس چلا آیا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "تم میں سے کوئی شخص کسی کے مکان پر جاکر تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اس کو جواب نہ ملے تو اُسے واپس آجانا چاہیے" حضرت عمر یہ سُن کر بولے "اس پر اپنا کوئی گواہ لے کر آؤ" اہل مجلس نے یہ واقعہ سُننے کے بعد کہا "ہمارا سب سے چھوٹا آدمی اس کی شہادت دیگا۔ چنانچہ میں اُٹھا اور حضرت عمر کے سامنے حاضر ہو کر شہادت دی" حضرت عمر بولے "ابو موسیٰ! میں تم کو متہم نہیں کرتا (یعنی ناقابلِ اعتبار نہیں سمجھتا) لیکن یہ معاملہ حدیث کا تھا، اس لیے گواہ کی ضرورت تھی[2]۔

مسور بن مخرمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے ایک مرتبہ سقط کے بارہ میں مشورہ کیا۔ مغیرہ بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لونڈی سے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے۔ حضرت عمرؓ بولے "اگر تم سچے ہو تو کوئی آدمی لاؤ جو اس سے واقف ہو" محمد بن مسلم نے شہادت دی کہ ہاں آنحضرتؐ نے ایسا فیصلہ کیا تھا[3]۔

ایک اور واقعہ اس سے بھی زیادہ صریح ہے، حضرت عمرؓ نے مسجد کی توسیع کے لیے حضرت عباس سے زمین چاہی، اُنھوں نے انکار کر دیا، اور حدیث بیان کی کہ آپ زیادتی نہیں کر سکتے۔ حضرت عمر نے فرمایا اس پر گواہ پیش کرو ورنہ اچھا نہ ہوگا" حضرتِ عباس نے ایک جماعتِ انصار سے اس کا ذکر کیا، انصار

[1] مستدرک حاکم و ابوداؤد باب میراث الجدہ [2] صحیح بخاری باب التسلیم والاستیذان ثلثاً [3] ابوداؤد باب دیۃ الجنین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے حضرت عمرؓ کے سامنے تصدیق کی کہ ہاں یہ حدیث صحیح ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا :-

انی لم اتّہمك ولکنی احببت ان اتثبت۔[1] | میں آپ کو ناقابل اعتبار نہیں جانتا لیکن چاہتا تھا کہ حدیث ثابت ہو جائے۔

حضرت علیؓ کا بھی معمول تھا کہ ان کے سامنے کوئی شخص حدیث بیان کرتا تھا تو آپ اس سے قسم لیتے تھے۔

اس احتیاط اور تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت معاویہ فرماتے تھے :-

علیکم من الحدیث بما کان فی عہد عمر فانہ کان قد اخاف الناس فی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | تم وہ حدیث لو جو حضرت عمرؓ کے عہد میں رائج تھیں کیونکہ انہوں نے لوگوں کو روایت حدیث سے خوف زدہ کر دیا تھا۔

اس احتیاط کے باوجود صحابہ کے عہد میں بھی حدیث کو مدون کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا تھا لیکن ملکی انتظامات کی مصروفیتوں کی وجہ سے تکمیل نہ کر سکے۔

حافظ ذہبی نے حاکم سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جس میں پانسو احادیث تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک شب حضرت عائشہؓ نے انہیں دیکھا کہ کرب و اضطراب سے کروٹیں بدل رہے ہیں۔ انہیں اس سے رنج ہوا۔ پوچھا "آپ کو کوئی تکلیف ہے؟" صبح ہوئی تو فرمایا "بیٹی! احادیث کا جو مجموعہ تمہارے پاس ہے ذرا اسے لانا" حضرت عائشہ نے اس کو پیش کیا۔ آپ نے آگ منگا کر اسے جلا ڈالا۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا "میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور یہ مجموعہ میرے پاس ہو۔ اور اس میں ایسے شخص کی احادیث بھی ہوں جس کو میں نے ثقہ سمجھا ہو اور دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہ ہوں تو اس کے نقل کی ذمہ داری مجھ پر ہی ہوگی۔ لیکن یہ روایت

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ خود حافظ ذہبی اس کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ فھذا لا یصح (یہ روایت صحیح نہیں ہے)[1]

بعض خاص صحیفے بخاری کی ایک روایت سے صرف حضرت عبداللہ بن عمر کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث کی کتابت کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ جو کثرت روایت میں مشہور تھے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بجز عبداللہ بن عمر کے مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ وہ احادیث قلمبند کرتے تھے اور میں اُن کو زبانی یاد رکھتا تھا[2]۔ بعض حفاظ نے لکھا ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے علم الفرائض میں کوئی کتاب لکھی تھی[3]۔ لیکن اصل یہ ہے کہ عہد صحابہ میں جن صحیفوں کا ذکر ملتا ہے وہ زیادہ تر زکوٰۃ وغیرہ کے خاص خاص احکام سے متعلق تھے۔ ورنہ پہلی صدی ہجری کے ختم تک نہ باقاعدہ تدوین حدیث کی طرف توجہ کی گئی اور نہ اس کا کہیں اہتمام کیا گیا۔ ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے دریافت کیا:۔

هل عندكم كتاب — کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے

فرمایا:۔

لا الا كتاب الله او فهم اعطيه رجل مسلم او ما في هذه الصحيفة — نہیں صرف کتاب اللہ ہے یا وہ سمجھ جو کسی مسلمان مرد کو عطا کی گئی ہو۔ یا وہ جو اس صحیفہ میں ہے۔

ابو جحیفہ نے پوچھا "اس میں کیا ہے؟ بولے" العقل وفكاك الاسير ولا يقتل مسلم بكافر یعنی دیت کے اور قیدی کو رہا کرانے کے احکام اور ایک یہ حکم کہ کوئی مسلمان کسی کافر کے قصاص میں قتل نہ کیا جائے[4]۔ غرض کہ پہلی صدی ہجری تک یہی حال رہا[5]۔

[1] تذکرۃ الحفاظ ص ۵ [2] بخاری باب کتابۃ العلم [3] توجیہ النظر الی اصول الاثر ص ۸۔ [4] بخاری باب کتابۃ العلم [5] ادارۂ معارف اسلامیہ کے دوسرے اجلاس منعقدۂ لاہور میں ڈاکٹر زبیر صدیقی کلکتہ یونیورسٹی نے تدوین حدیث عہد نبوت میں کے عنوان سے انگریزی زبان میں ایک نہایت محققانہ اور قابل قدر مضمون پڑھا تھا۔ (بقیہ نوٹ بر صفحہ ...)

© rasailojaraid.com

تحریک تدوین حدیث جب عمر بن عبدالعزیز سریر آرائے خلافت ہوئے اور آپ نے دیکھا کہ جن بزرگوں کے سینوں میں اقوال و افعال نبوی کا ذخیرہ موجود ہے یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے جارہے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آنے والی نسلیں ان سرچشمہائے سعادت سے بالکل محروم رہ جائیں تو آپ نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو لکھا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث اور سنت آپ کو ملے اس کو لکھ لیجیے" میں ڈرتا ہوں کہ کہیں علم مٹ نہ جائے اور علماء فنا نہ ہو جائیں۔ اور تم صرف وہی کہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اور علم کو پھیلنا چاہیے۔ اور آپس میں مجالست کرو تاکہ جو شخص نہیں جانتا وہ بھی جان جائے[1]

یہ ابوبکر بن محمد انصار مدینہ میں سے تھے سلیمان بن عبدالملک اور عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے سنہ ۱۲۰ھ میں وفات پائی حضرت عمر بن عبدالعزیز سنہ ۹۹ھ سے رجب سنہ ۱۰۱ھ تک خلیفہ رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تدوین حدیث کی تحریک سنہ ۱۰۰ھ کے لگ بھگ شروع ہو گئی تھی، لیکن افسوس ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے باعث اس وقت بھی تدوین کا کام انجام نہیں پاسکا۔ یہی وجہ ہے کہ ابوبکر بن محمد کے مجموعہ احادیث کے وجود کا پتہ اب تک کہیں نہیں مل سکا ہے، اور نہ جامعین حدیث میں سے کسی نے اس کا ذکر کیا ہے۔

اس بنا پر بعض مستشرقین نے اس روایت کو تسلیم کرنے سے بالکل انکار ہی کر دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ روایت سے صرف حضرت عمر بن عبدالعزیز کا جمع احادیث کی طرف متوجہ ہونا اور ابوبکر بن محمد کو اس کے لیے حکم کرنا ثابت ہوتا ہے۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس حکم کی تعمیل میں احادیث جمع بھی کر دی گئی تھیں۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ اگر مسموم ہونے کے باعث حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اچانک وفات نہ ہو جاتی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹۴) جو ادارہ کی رپورٹ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں موصوف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ در حقیقت تدوین احادیث کا کام سرکار رسالتمآب کے عہد میں ہی شروع ہو گیا تھا لیکن افسوس ہے کہ ہم پورے مضمون کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتے۔ موصوف جن کو مجموعہائے احادیث کہتے ہیں وہ دراصل صحف تھے جن میں بعض خاص خاص احکام درج تھے۔

[1] بخاری کتاب العلم کیف یقبض العلم۔

© rasailojaraid.com

تو آج ہمارے پاس سب سے قدیم مجموعۂ احادیث موجود ہوتا۔

درس حدیث — دوسری صدی ہجری کے نصف اول تک احادیث اسی طرح زبانی منقول ہوتی رہیں مدینہ، بصرہ، کوفہ اور شام میں درس حدیث کے مستقل مراکز قائم تھے جنہوں نے حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ نافع مولیٰ ابن عمر، سعید بن جبیر، مجاہد بن جبیر، طاؤس بن کیسان، شہاب الدین زہری، امام نخعی وغیرہ ایسے ائمہ حدیث و اربابِ علم و فضل پیدا کیے۔

عہد بنی عباس میں تدوین حدیث کا آغاز — بنو عباس کے عہد حکومت میں جب علم و فن کا چرچا عام ہوا، اور علوم و فنون کی تدوین شروع ہوئی تو علماء اسلام نے سب سے پہلے مختلف شہروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور آپ کی سیرت مقدسہ مدون کرنے کی طرف توجہ مبذول کی چنانچہ مکہ میں ابن جریج المتوفی ۱۵۰ھ نے، مدینہ میں، محمد بن اسحٰق (۱۵۱ھ) و امام مالک بن انس (۱۷۹ھ) نے بصرہ میں، ربیع بن صبیح (۱۶۰ھ) سعید بن عروبہ (۱۵۶ھ) اور حماد بن سلمۃ (۱۶۷ھ) نے کوفہ میں، سفیان الثوری (۱۶۱ھ) نے شام میں امام اوزاعی (۱۵۶ھ) نے یمن میں، معمر (۱۵۳ھ) نے خراسان میں عبداللہ بن المبارک (۱۸۱ھ) نے۔ اور مصر میں لیث بن سعد (۱۷۵ھ) نے الگ الگ مجموعہائے حدیث مدون کیے۔ ابن جریج کی وفات ۱۵۰ھ میں ہو گئی تھی اس لیے غالب یہ ہے کہ اس کارِ خیر میں سبقت کا سہرا انہیں کے سر ہو گا[1]۔

ان ائمۂ حدیث نے یہ مجموعے اس جذبہ کے ماتحت مرتب کیے تھے کہ علماء کرام فنا ہو رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ علم بھی بالکل فنا ہو جائے، اس لیے انہوں نے ان کتب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے ساتھ صحابۂ کرام کے اقوال اور تابعین کے فتاویٰ بھی شامل کر دیے۔ ان مجموعوں میں سے آج کل صرف موطا امام مالک پایا جاتا ہے۔ جس کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جامعین حدیث نے اقوال صحابہ کی حفاظت میں بھی وہی اہتمام کیا جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

[1] ضحی الاسلام ج ۲ ص ۱۰۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وسلم کے اقوال وافعال کی تدوین وحفاظت میں کیا تھا۔

دوسری صدی ہجری کے ختم پر بعض ائمہ کو خیال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اقوال صحابہ اور فتاویٰ تابعین سے الگ کرکے ایک علٰحدہ مجموعہ میں محفوظ کردینا چاہیے۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر متعدد علماء نے مسانید لکھیں جن میں مشہور یہ ہیں۔ عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی، مسدد بن مسرہد البصری۔ اسد بن موسیٰ الاموی۔ نعیم بن حماد الخزاعی نزیل مصر۔ ان کے نقش قدم پر دوسرے علماء اعلام بھی چلے اور انہوں نے بھی مسانید لکھیں۔ اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل۔ اسحٰق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ کے اسمار گرامی زیادہ نمایاں ہیں۔

کتب حدیث کی ترتیب میں اختلاف سب سے پہلے حدیث کے جو مجموعے مرتب ہوئے اُن کی ترتیب ابواب فقہ کے مطابق رکھی گئی تھی، مثلاً کتاب الطہارت لکھ کر ایک عنوان مقرر کردیا۔ ان کے برخلاف بعض علماء نے احادیث کی تدوین رُواۃ کے ناموں سے کی مثلاً حضرت ابوہریرہ سے جتنی روایتیں منقول ہیں وہ طہارت سے متعلق ہوں یا صوم سے سب کو ایک جگہ جمع کردیا۔ پہلی قسم کی کتب حدیث کو علمار فن کی اصطلاح میں سُنن اور دوسری قسم کی کتب کو مسانید کہتے ہیں ان کے علاوہ بعض علمار تھے جنہوں نے احادیث کو سنن اور مسانید دونوں کے طریقوں پر جمع کیا۔ اِن علمار میں ابوبکر بن ابی شیبہ کا نام زیادہ مشہور ہے[۱]۔

کتب حدیث میں فرق مراتب پچاس سال کی مدت میں جو کتابیں لکھی گئیں وہ سب مرتبہ کے لحاظ سے برابر نہیں ہوسکتیں، کیونکہ بعض جامعین حدیث کو ایسے مواقع میسر تھے کہ وہ صحت کے متعلق خوب جانچ پڑتال کرسکتے تھے، اور پھر اُن کا جو سلسلۂ اسناد تھا وہ سب سے زیادہ قوی اور معتبر تھا انکے برخلاف دوسرے علماء وہ تھے جنہوں نے کچھ زیادہ تنقید سے کام نہیں لیا اور صحیح وسقیم میں فرق کیے بغیر احادیث قلمبند کردیں۔ حافظ ابن حجرؒ امام بخاری کے عہد سے پہلے کی کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

[۱] مقدمہ فتح الباری ص ۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"امام بخاری نے جب ان سب تصانیف کو دیکھا، ان سے سیراب ہوئے، اور ان کی خوشبو سونگھی تو اُنھوں نے دیکھا کہ وضع کے ماتحت ان میں صحیح احادیث بھی ہیں اور سقیم بھی، بلکہ اکثر مجموعے ایسے تھے جن میں ضعیف حدیثیں موجود تھیں۔ یہ دیکھ کر اُنھوں نے عزم کر لیا کہ وہ صحیح احادیث کو غیر صحیح احادیث سے الگ کر کے ایک مجموعہ میں شامل کر دینگے[1]"

تنقیدِ احادیث تیسری صدی ہجری کا زمانہ تدوین حدیث کی تاریخ میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں ہی حدیث کی سب سے زیادہ اہم کتابیں تالیف ہوئیں۔ تنقید رُواۃ کے اصول متعین ہوئے جرح و تعدیل کے اسباب مقرر کیے گئے، اور اب تک جس طرح متن حدیث کے یاد کرنے، پرکھنے اور اُس کو سمجھنے کا اہتمام کیا جاتا تھا، اُس کے ساتھ اسانید کو محفوظ رکھنے، اور اُن کے صحت و سقم کی تحقیق و تفتیش کا بھی اہتمام ہونے لگا، اور علم "اسماء الرجال" کے نام سے ایک مستقل علم کی بنیاد پڑی۔ اس عہد میں امام بخاری المتوفی سنہ ۲۵۶ھ نے الجامع الصحیح۔ امام مسلم المتوفی سنہ ۲۶۱ھ نے اپنی صحیح مرتب کی۔ اور ابن ماجہ المتوفی سنہ ۲۷۳ھ اور ابو داؤد المتوفی سنہ ۲۷۵ھ نے اپنی اپنی سنن۔ امام ترمذی المتوفی سنہ ۲۷۹ھ نے اپنی جامع اور امام نسائی المتوفی سنہ ۳۰۳ھ نے اپنی سنن تصنیف کیں۔ یہ چھ کتابیں حدیث کی سب سے زیادہ مستند اور صحیح کتابیں سمجھی جاتی ہیں، اور ان کو "صحاح ستہ" کہتے ہیں۔

---

[1] مقدمہ فتح الباری۔ ص ۴۔

© rasailojaraid.com